جماعت اہلحدیث کا ترجمان اور مسلک اہلحدیث کا داعی

جلد ۳۶ شمارہ ۴۰ جمعۃ المبارک ۱۲ شعبان ۱۴۰۵ھ / ۳ مئی ۱۹۸۵ء

مجلس ادارت
حافظ صلاح الدین یوسف
علیم ناصری ایم اے

معاون
محمد سلیمان انصاری

مندرجات

بدل اشتراک: سالانہ ۵۰ روپے — فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ — ممالک غیر ۲۰ پونڈ

تبصرۂ کتب — علیم ناصری

عصمتِ انبیاء (کتابچہ)

مصنف: محمد اسلم رانا
ضخامت: چھوٹا سائز - ۴۸ صفحات
ناشر: اسلامی مشن سنت نگر - لاہور

جناب محمد اسلم رانا صاحب مسیحیت کے محقق ہیں اور ایک عرصے سے اسلام کے دفاع میں سینہ سپر ہیں۔ عیسائیوں کی طرف سے جہاں کہیں اسلام پر حملہ کیا جاتا ہے وہاں اس کے جواب میں رانا صاحب موصوف کا قلم حرکت میں آ جاتا ہے۔ وہ اب تک بے شمار کتابچے لکھ چکے ہیں جن میں مسیحیت کی تحقیق کے مختلف موضوعات پر بحث کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اناجیل (قدیم و جدید) میں انبیائے کرام کے کردار کو عام طور پر بہت مسخ کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہدایات و احکام میں اتنی تحریف کی گئی ہے کہ مذہب کا اصل مقصد ہی فوت ہو کر رہ گیا ہے۔ زیرِ نظر کتابچہ دراصل گوجرانوالہ کے ایک مسیحی ماہنامہ "کلامِ حق" میں شائع ہونے والے ایک تبصرے کے تعاقب میں لکھا گیا ہے جس میں اسلامی مشن کی طرف سے شائع کردہ پروفیسر غلام نبی ایم اے کی کتاب "قرآن کریم اور انبیائے کرام" کو ہدفِ تنقید بنایا گیا تھا۔ پروفیسر صاحب مذکور نے ثابت کیا ہے کہ انجیل (جس کو مقدس ہونے کا بھی دعویٰ ہے) میں انبیائے کرام پر جو شرمناک الزامات لگائے گئے ہیں خصوصاً آدم علیہ السلام کا جنت میں گناہ کرنا۔ نوح علیہ السلام کا طوفان کے بعد شراب میں بدمست ہو کر ننگے ہو جانا، ابراہیم علیہ السلام کا (نعوذ باللہ) جھوٹ بولنا — لوط علیہ السلام کا (نعوذ باللہ) بیٹیوں سے بدفعلی کرنا۔ داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام سے گناہ سرزد ہونا۔ وغیرہ!! پروفیسر صاحب نے قرآنِ کریم سے ان سب کو اخلاق و اعمال میں بے داغ اور اعلیٰ کردار کے حامل قرار دیا ہے اور ان کی صالحیت صدق و عدل اور پاکیزگی پر گواہی دی ہے۔ مذکورہ مسیحی ماہنامے کے تبصرے میں سب انبیاء کو بلا امتیاز گنہ گار کہا گیا ہے اور صرف حضرت مسیح علیہ السلام کو معصوم اور گناہوں سے پاک قرار دیا گیا ہے

زیرِ نظر کتابچے میں رانا صاحب نے پروفیسر صاحب کی کتاب کی حقانیت اور مسیحی ماہنامے کی غلط بیانی کا پول کھول دیا ہے۔ جو صرف قابلِ مطالعہ ہی نہیں بلکہ ہمارے واعظوں اور مبلغوں کے لئے حوالے کی عمدہ دستاویز ہے۔

۲۔ حقیقتِ قصص بائبل (کتابچہ)

مؤلف: محمد اسلم رانا
ضخامت: چھوٹا سائز - ۳۲ صفحات
ناشر: اسلامی مشن، سنت نگر - لاہور

محمد اسلم رانا صاحب کا یہ دوسرا کتابچہ پہلے کتابچے "عصمتِ انبیاء" ہی کی دوسری قسط سمجھنی چاہیئے۔ اس میں بھی انہوں نے انبیائے کرام کی عصمت و عفت کی صفائی پیش کی ہے۔ البتہ یہ نئی تحقیق بھی کی ہے کہ خود عیسائی محققین بھی اب اناجیل کی غلط بیانیوں کو تسلیم نہیں کرتے اور انہوں نے خود یہ محسوس کرنا شروع کر دیا ہے کہ انبیاء کرام کا جو کردار ان عہد ناموں میں بیان کیا گیا ہے وہ ان کی شان کے منافی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک اور مسیحی جریدہ "پندرہ روزہ کاتھولک نقیب" کچہری روڈ لاہور کا حوالہ دیا ہے۔ جس نے انبیائے کرام کی حق گوئی اور بلند اخلاقی پر بحث کی ہے اور واضح طور پر کہا ہے کہ "سچے نبیوں کا کام یہ تھا کہ وہ خداوند کے بارے میں غور کرتے۔ اس کی نافرمانی یا گناہ کے ساتھ جنگ کرتے ——— راست بازی کی تبلیغ کرتے اور نبی سب سے پہلے اپنی ذات میں اخلاقی ارتفاع کا پایا جانا ضروری سمجھتے ——— " ہر ایک نبی جو سچائی کی تعلیم دیتا ہے اگر اس پر جس کی وہ تعلیم دیتا ہو عمل نہیں کرتا تو وہ جھوٹا نبی ہے ——" وہ اس وقت بولتا ہے جب کہ خدا چاہتا ہے کہ وہ بولے" — گویا ایک نبی کی یہ خاصیت تسلیم کی ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا

(باقی صہ ۲ پر)

ہفت روزہ
الاعتصام لاہور

فون مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (رہائش)
۶۲۲۷۶
۱۲ شعبان ۱۴۰۵ھ
۳ مئی ۱۹۸۵ء

فون دفتر الاعتصام
۵۲۲۰۶
جلد ۳۶
شمارہ ۴۰

وی سی آر پر پابندی لگائی جائے اور آرائشِ حسن کی دکانداری ممنوع قرار دی جائے

ہم اس سے پیشتر اس موضوع پر انہی کالموں میں اکثر معروضات پیش کر چکے ہیں۔ وی سی آر کی لعنت پاکستانی معاشرے میں دینی گمراہی اور اخلاقی پستی کے فروغ میں جو کردار ادا کر رہی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ حکومت نے وی سی آر پر سے پابندی ہٹا کر معاشرتی برائیوں کو کھل کھیلنے کا موقع خود فراہم کیا ہے جس نے حکومت کے اسلامی نظام کے نفاذ کے نعرے کو بے اثر کر کے رکھ دیا ہے۔ اسی طرح معاشرے میں عورتوں کی بے پردگی اور کھلے بندوں نمائشِ حسن نے اسلام کے واضح احکام کا مذاق اڑانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ ان ہر دو موضوعات پر ماہنامہ البلاغ کراچی شمارہ اپریل ۸۵ء میں افکار قارئین کے زیر عنوان ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کی افادیت کے پیش نظر ہم اسے من وعن ادارتی کالموں میں شائع کر رہے ہیں (ادارہ)

بعض عناصر چاہتے ہیں کہ بے حیائی پھیلا کر پاکستان کے معاشرے کو تباہ کیا جائے۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ وی سی آر کی وبا ملک میں عام ہو گئی ہے اور نوجوان اس کے ذریعہ غیر ملکی فلمیں اور بلیو پرنٹ دیکھ کر بے راہروی کا شکار ہو رہے ہیں اور اس وجہ سے آئے دن سنگین جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے اور پورے معاشرے میں بڑھتا ہوا اختلاط مرد و زن، اسلامی اقدار کی پامالی کا سبب ہو رہا ہے۔ اور اسلامی تعلیمات سے سرکشی تشویشناک حد تک بڑھ رہی ہے۔ فحاشی پھیلانے میں یہ وی سی آر بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔

دوسری طرف حکومت نے شراب کی فروخت کی اجازت دے دی ہے اور بڑے بڑے ہوٹلوں اور دیگر جگہوں پر شراب اور دیگر منشیات عام مل جاتی ہیں۔ بیوروکریسی کے بعض عناصر کی سرپرستی کی وجہ سے منشیات قمار بازی اور فحاشی کے اڈے بغیر کسی روک ٹوک کے چل رہے ہیں۔ اگر حکومت نفاذِ اسلام میں مخلص ہے تو اسے بدی کی قوتوں کو کچلنے کے سلسلے میں کسی مصلحت یا اندیشے کا خیال نہیں کرنا چاہیئے۔

لہٰذا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ فحاشی، عریانی اور بے حیائی کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے وی سی آر کی درآمد پر فوری پابندی لگائی جائے اور ملک میں موجود تمام قانونی اور غیر قانونی وی سی آر کو سرکاری تحویل میں لیا جائے۔ ہماری نظر میں جب تک معاشرتی خرابیوں کی جڑوں کو کاٹنے کے لئے حکومت انقلابی اقدامات نہیں کرے گی اس کے زبانی دعوے معاشرے کو اسلامی نہیں بنا سکیں گے۔

اصلاحِ معاشرہ کے لئے دو ناگزیر مطالبات

مشاہدات سے ثابت ہوا ہے کہ معاشرے کے بگڑتے ہوئے حالات کی ذمّہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو ہوسِ زر کا شکار ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور بیماری ہے جس کا نام "حرص" ہے۔ یہ بیماری نسبتاً مردوں کے مقابلہ میں عورتوں میں اور بالخصوص مغرب زدہ خواتین میں زیادہ پائی جاتی ہے جو کسی تقریب میں شریک ہونے کے لئے جاتی ہیں تو اپنے آرائشِ جمال اور آرائشِ گیسو کے لئے آرائشِ حسن کی دوکانوں پر دل کھول کر روپیہ خرچ کرتی ہیں۔

دولت کے اس ضیاع کو روکنے کے لئے اور چادر اور چاردیواری کے تحفّظ کے لئے ملک میں بڑھتے ہوئے آرائشِ حسن کے کاروبار کو بند کرنے کی فوری ضرورت ہے کیونکہ ان کے ذریعہ خواتین کو پرکشش بنا کر حیاسوزی کی تربیت دی جاتی ہے۔ عورت کی طرف رغبت کا سب سے بڑا مظہر اس کا چہرہ ہی ہوتا ہے اور یہ چہرے جو آج پوری سج دھج اور کٹے ہوئے بالوں کے ساتھ ہر محفل میں نظر آتے ہیں، کسی طور اخلاق و کردار کی تعمیر میں مدد نہیں دے سکتے بلکہ اُلٹے سنگِ گراں ثابت ہو رہے ہیں۔ اسلام میں خواتین کی کھلی زیب و زینت کا کوئی جواز نہیں بلکہ قرآن مجید میں سورۃ نور میں جابجا اس سے منع کیا گیا ہے۔

حکومت نے عورتوں پر پردہ کی پابندی بھی ابھی تک عائد نہیں کی جو اسلامی معاشرہ کا اہم جزو ہے۔ لہٰذا کم از کم آرائشِ حسن کی دکانوں کو جن کے ذریعہ عورتوں میں بے پردگی اور بے حیائی کو فروغ ملتا ہے ممنوع قرار دے دیا جائے۔

ملک میں عصمت فروشی کا گھناؤنا کاروبار بظاہر بند کیا گیا ہے مگر مخفی طور پر یہ کام گانے اور رقص کرنے والی لڑکیوں کے ذریعہ اب بھی جاری و ساری ہے۔ کراچی، لاہور، ملتان، حیدرآباد اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں گانے اور رقص کرنے والی لڑکیوں کے کاروبار پر کوئی پابندی نہیں اور انہیں باقاعدہ لائسنس ملے ہوئے ہیں اور وہ پیشہ سے حاصل کردہ آمدنی پر انکم ٹیکس ادا کرتی ہیں۔

شریعت اسلامیہ میں جس طرح شراب حرام ہے اسی طرح یہ کاروبار بھی ممنوع ہے کیونکہ یہ کھلی بے حیائی کا مظہر ہے۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دن بھر یہ لڑکیاں رقص و سرود کا کام سرانجام دیتی ہیں اور پھر رات کے اندھیروں میں جنسی تسکین کے مواقع فراہم کرتی ہیں۔ لہٰذا ایک اسلامی ملک میں شراب کی طرح ڈانسنگ وغیرہ کے کاروبار کو بھی مکمل طور پر ممنوع قرار دینا چاہیئے۔

گزارش ہے کہ علمائے کرام اور ائمہ مساجد اپنے جمعہ کے خطبوں اور دیگر مجالس میں ان بدکاری کے اڈوں کو فی الفور ختم کروانے کے لیے حکومت سے پرزور مطالبہ کریں کہ ایک اسلامی معاشرے میں کھلے بندوں فحاشی کا ارتکاب کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

اگر حکومت نفاذِ اسلام کے بارے میں واقعی اپنے نعرے اور دعوے میں مخلص ہے تو اسے عملاً فواحش و منکرات کے خلاف اقدامات کر کے اپنے اخلاص کو ثابت کرنا ہوگا ورنہ اسلامی نظام کے خواہاں افراد یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ حکومت اسلام کا نعرہ محض اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے لگا رہی ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النور۔ ۱۹)

(جو لوگ چاہتے ہیں کہ چرچا ہو بدکاری کا ایمان والوں میں، ان کو دکھ کی مار ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)

بقیہ :۔ تبصرۂ کتب

وَحْیٌ یُّوْحٰی ـــ !!

اس کے علاوہ راناصاحب نے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اور انسائیکلوپیڈیا ببلیکا اور دیگر جدید مسیحی محققین کی کتابوں سے حوالے دیتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ لوگ اب یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اناجیل کے بیانات میں انبیائے کرام پر لگائے گئے اتہامات میں کوئی صداقت نہیں ـــ !!

یہ کتابچہ بھی اپنے مندرجات کے اعتبار سے نہایت معلومات افزا ہے جو ہمارے اہل علم و خبر کے کام کی چیز ہے۔ ہم راناصاحب کی صحت و عافیت کی دعا کرتے ہیں اور یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے مشن میں زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

درسِ قرآن

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب ۔ لکھنؤ، ہند

سُورَةُ النَّاس

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔ مَلِكِ النَّاسِ ۔ اِلٰهِ النَّاسِ ۔ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۔ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۔ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۔

"کہو اے پیغمبر میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی ــــ لوگوں کے بادشاہ کی ــــ لوگوں کے معبود کی ــــ وسوسہ اندازی کرنے والے چھپ جانے والے (شیطان) کے شر سے ــــ جو وسوسے ڈالتا ہے لوگوں کے دلوں میں ــــ جنوں میں سے اور آدمیوں میں سے"

(تفسیر و تشریح) اس سے پہلی سورت سورۃ الفلق کی طرح اس سورۃ الناس میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے شیاطین کے شر سے جو سب سے زیادہ خطرناک شر ہے اللہ کی پناہ مانگنے کے کلمات کی تلقین فرمائی گئی ہے ــــ سورۃ الفلق میں پہلے بالعموم ساری مخلوق کے شر سے، اور اس کے بعد بالخصوص تین چیزوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کے کلمات کی تلقین فرمائی گئی تھی، اور وہاں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت "رَبِّ الفلق" کا ذکر کیا گیا تھا اور گویا اسی ایک صفت کے حوالہ سے ان سب چیزوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی تھی ــــ اور اس سورۃ الناس میں صرف ایک چیز (وسوسہ اندازی کرنے والے شیطان) کے شر سے پناہ مانگنے کے کلمات کی تلقین فرمائی گئی ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ کی تین صفات عالیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ "رَبِّ النَّاس، مَلِكِ النَّاس، اِلٰهِ النَّاس" گویا ان تینوں صفات کے حوالہ سے شر شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس میں واضح اشارہ ہے کہ شیاطین کی وسوسہ اندازی کا شر شدید ترین ہے ــــ اس سے محفوظ رہنے کے لئے بندے کو خاص طور سے اللہ تعالیٰ کی ان صفاتِ عالیہ کا سہارا لینا چاہیئے اور اپنے کو اس خداوند تعالیٰ کی حفاظت کے حصار میں دے دینا چاہیئے جو ہم انسانوں کا رب ہے، پروردگار و مالک حقیقی ہے، بادشاہ اور فرمانروا ہے اور الٰہ ہے یعنی معبود برحق اور ملجا و ماوا ہے۔

ان تین صفات میں پہلی صفت رَبِّ النَّاس ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہی وجود بخشنے والا اور پرورش کرنے والا ہے اور حیات و بقاء کی ساری ضروریات وہی فراہم کرتا ہے ــــ ہر انسان بلکہ ہر مخلوق کا سب سے پہلا اور ہمہ وقتی تعلق اللہ تعالیٰ کی اس صفتِ ربوبیت ہی سے ہے۔ اور وہ ہر لمحہ اُس کی اس صفت کے فیضان کا محتاج ہے۔ اس لیے اس صفت کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا ہے۔

قرآن مجید سورہ فاتحہ سے شروع ہوا تھا۔ وہاں بھی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا تعارف اس کی اسی صفت ربوبیت کے ذکر سے کیا گیا تھا۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" ــــ اور اب ان دونوں سورتوں الفلق اور النَّاس پر قرآن ختم ہو رہا ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت ہی کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا ہے (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب النَّاس) ــــ یہاں اس دوسری سورت الناس میں رَبِّ النَّاس کے ساتھ دو صفتوں کا اور ذکر فرمایا گیا ہے ایک ملک النَّاس

اور دوسری الٰہ الناس ـــــ مَلِک کے معنی بادشاہ اور فرمانروا کے ہیں اور الٰہ کے معنی ہیں معبود یعنی وہ ذات جس کی عبادت اور پرستش کی جائے ـــــ ان تینوں صفات میں بہت قریبی تعلق ہے جو ہستی حقیقی معنی میں لوگوں کی رب ہوگی وہی حقیقی بادشاہ اور فرمانروا بھی ہوگی اور سب اسی کے زیرِ حکومت ہوں گے۔ اقتدارِ اعلیٰ اسی کا ہوگا ـــــ اور جس کی یہ شان ہوگی ظاہر ہے کہ وہی اور صرف وہی معبودِ برحق ہوگا جس کی عبادت اور پرستش کی جائے اور اپنی حاجتوں کے لیے اُس سے دعا کی جائے۔ اس طرح اس میں دُعائے استعاذہ کے ساتھ بڑی بلاغت کے ساتھ عقیدۂ توحید کا بھی اقرار و اظہار ہے۔

آگے اس سورت میں جو دراصل دعائے استعاذہ ہے۔ شیطان کے لیے دو لفظ الوسواس الخناس استعمال فرمائے گئے ہیں اور اس کی وسوسہ اندازی کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔ فرمایا گیا ہے "الذی یوسوس فی صدور النّاس" ـــــ وسوسہ اُن بُرے خیال اور گناہ کی اُس خواہش کو کہتے ہیں جو غیر محسوس طور پر شیطان کی طرف سے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ الوسواس کا مطلب ہے وسوسہ اندازی کرنے والا، اور الخناس کا مطلب ہے چھپ جانے والا یا پیچھے ہٹ جانے والا، شیطان کی وسوسہ اندازی عام طور سے پس پردہ ہی ہوتی ہے، وہ آدمی کو گمراہ کرنے یا اُس سے گناہ کرانے کے لئے کھل کر سامنے نہیں آتا اور اگر بالفرض وہ انسانوں میں بھی ہو (جیسا کہ آگے کی آیت سے معلوم ہوتا ہے) تو وہ بھی وسوسہ اندازی کا کام علانیہ نہیں دھوکے فریب سے خفیہ طور پر ہی کرتا ہے اور بندہ اس کے شر سے جب ہی محفوظ رہ سکتا ہے جب اپنے کو اس اللہ کی پناہ میں دے دے جس سے کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں، ہر چیز ہر وقت اُس کی نظر میں ہے اور میں نے عرض کیا کہ خنّاس کا مطلب پیچھے ہٹ جانے والا بھی ہو سکتا ہے۔ اور بعض حضرات نے اس کا یہی ترجمہ کیا ہے تو یہ شیطان کی اُس حالت کی طرف اشارہ ہوگا جس کا ایک حدیث میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ جب بندہ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوتا اور اس کو یاد کرتا ہے تو شیطان دُور ہٹ جاتا ہے ـــــ وہ ایسی ہی حالت میں وسوسہ اندازی کرتا اور کر سکتا ہے جب بندہ اللہ کی طرف سے غافل اور اس کو بھولے ہوئے ہو۔

"فی صدور النّاس" میں صدور صدر کی جمع ہے اور اُس کے اصل معنی سینہ کے ہیں لیکن یہاں اُس سے مراد دل ہے۔ جس کا خاص محل سینہ ہے۔ گویا ظرف بول کر مظروف مراد لیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں زیادہ تر یہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

آخر میں فرمایا گیا ہے "من الجنۃ والناس" مطلب یہ ہے کہ وسوسہ اندازی کرنے والے شیاطین جن کی وسوسہ اندازی کے شر سے اللہ سے پناہ مانگنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ جنّوں میں سے بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں بھی ہوتے ہیں۔

ہمارے اس زمانے میں تو یہ بات آنکھوں کے سامنے ہے کہ بہت سے انسان لوگوں کو گمراہی اور فسق و فجور میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں ـــــ کتنی ہی گمراہیاں اور بداعمالیاں ہیں جو ایسے انسانوں ہی کے ذریعہ فروغ پا رہی ہیں بلکہ بہت سے تو دین کے داعی اور مصلح بن کر بندگانِ خدا کو صراطِ مستقیم سے ہٹا کر غلط راستوں پر ڈالتے ہیں۔ زیادہ تر زیغ و ضلال ایسے انسانوں ہی کے ذریعہ پھیل رہا ہے یہ سب شیاطین الانس ہیں۔ اس صورت میں ان شیاطین الجن کی وسوسہ اندازی کے شر سے بھی پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے جو عام طور سے نظر نہیں آتے اور ان شیاطین الانس کی گمراہ کن کوششوں کے شر سے بھی جو بنی آدم ہی کی جنس سے ہیں۔ عارف رومی نے کہا ہے ع

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

آخری بات

میں نے اسی درس کے سلسلے میں بار بار کہا ہے کہ قرآن مجید کی دعوت و تعلیم کا مرکزی نقطہ توحید ہے اور سورہ اخلاص (قل ھو اللہ احد) اس دعوت و تعلیم کا نہایت مختصر الفاظ میں جامع خلاصہ ہے، اسی لیے اس کو قرآن پاک کا اختتامیہ بنایا گیا ہے اور اس کے بعد دونوں سورتیں (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب

النّاس الخ) گویا اس کا تتمہ ہیں۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ آدمی توحید سے بھٹک کر شرک کا زیادہ تر اس وقت مرتکب ہوتا ہے جب وہ کسی تکلیف اور مصیبت میں مبتلا ہو اور اللہ کے سوا کسی اور کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر اس تکلیف سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس کی مدد چاہے، اس کی پوجا کرے اور اس پر نذریں چڑھائے یا پھر اسی شیطان کے وسوسہ اور اغواء سے شرک میں مبتلا ہوتا ہے جو بنی آدم کا ازلی دشمن ہے اور جس کا مشن ہی بندگانِ خدا کو شرک میں مبتلا کر کے جہنمی بنانا ہے —— قرآن پاک میں کئی جگہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جب شیطان کو اللہ کی نافرمانی اور سرکشی کے جرم میں مردود اور لعنتی قرار دیا گیا تو اُس نے اپنے اس عزم کا بڑے زور شور سے اظہار کیا کہ میں اس آدم کی اولاد کو توحید کے راستہ سے ہٹا کر شرک میں مبتلا کروں گا اور ان کو بھی اپنے ساتھ جہنمی بناؤں گا۔ تو سورۃ الفلق میں تعلیم دی گئی کہ ہر طرح کی تکلیفوں اور بلاؤں سے محفوظ رہنے کے لئے اس اللہ تعالےٰ ہی کی پناہ لی جائے جو رب الفلق ہے اور سورۃ الناس میں تعلیم دی گئی کہ شیاطین اور ان کے آلۂ کار اور ایجنٹ شیاطین الانس کے وسوسہ اور اغوا کے شر سے بچنے کے لئے اس اللہ کی پناہ لی جائے جو رب الناس ہے ملک الناس ہے اور الٰہ الناس ہے جس خداوند قدوس کی یہ صفات ہیں بس اس کی پناہ لے کر ہی انسان شیاطین کے شر سے محفوظ رہ سکتا ہے — اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ ان دونوں سورتوں میں عقیدۂ توحید کی حفاظت اور اس پر استقامت کا طریقہ تعلیم فرمایا گیا ہے — اسی بناء پر میں نے عرض کیا تھا کہ یہ دونوں گویا سورۂ اخلاص کا تتمہ ہیں۔

ان دونوں سورتوں کے عقیدۂ توحید کی حفاظت سے تعلق کا ایک دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ ان میں اولاً اور براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ کہ آپ تمام تکلیفوں اور ہر طرح کی آفتوں، بلاؤں سے اور جادو وغیرہ کے اثرات سے اور حاسدوں کی حاسدانہ شرارتوں سے اور وسواس خناس شیطان کی وسوسہ اندازی کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے ان کلمات کے ذریعہ اللہ تعالےٰ سے پناہ اور امان وحفاظت کی استدعا کیا کریں۔ اسی طرح قرآن مجید کے خاتمہ پر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اشرف الخلق اور سید المرسلین ہیں۔ اور "بعد از خدا بزرگ توئی" کے مصداق ہیں آپ بھی ہر طرح کے شرور و آفات سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کی حفاظت و امان کے محتاج ہیں — خود اپنی حفاظت بھی آپ کے اپنے اختیار میں نہیں ہے، پھر دوسری مخلوقات کا کیا ذکر۔ اس عاجز کے نزدیک یہ بھی قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ اس کا خاتمہ سورۂ اخلاص اور ان دونوں سورتوں (سورۃ الفلق اور سورۃ النّاس) پر کیا گیا۔ قرآن مجید کی دعوت و تعلیم کا اس سے بہتر خاتمہ سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

ان دونوں سورتوں کے خصائص اور فضائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر ان دونوں سورتوں (معوذتین) کی خاص فضیلتیں اور خصوصیات بھی بیان فرمائی ہیں

صحیح مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ آج اللہ تعالےٰ نے مجھ پر ایسی آیات نازل فرمائی ہیں جن کی کوئی مثال نہیں، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس (یعنی ان دونوں سورتوں کی آیات) —— اور ایک روایت میں ہے کہ توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن میں بھی ان کے مثل کوئی سورت نہیں ہے۔

اور انہی عقبہ بن عامرؓ کی ایک روایت ہے کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دونوں سورتیں تعلیم فرمائیں، اور پھر مغرب کی نماز میں آپ نے انہی دونوں سورتوں کی تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ان دونوں سورتوں کو سوتے وقت بھی پڑھا کرو اور سو کر اٹھتے وقت بھی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان دونوں سورتوں کو ہر نماز کے بعد پڑھنے کے لئے فرمایا — اللہ تعالےٰ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت پر عمل کرنے کی ہم کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ بڑا مختصر، بہت آسان اور بڑا بابرکت عمل ہے اور صحیح بخاری وصحیح مسلم میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب رات کو آرام فرمانے کے لیے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھ ملا کر (جس طرح دعا کے وقت ملائے جاتے ہیں) آپ قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس (یعنی یہ تینوں سورتیں) پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر پھونکتے اس کے بعد وہ ہاتھ جہاں تک پہنچ سکتے اپنے پورے جسم مبارک پر پھیر لیتے سر کی طرف سے اور جسم مبارک کے سامنے کے حصّہ سے ابتدا فرماتے تھے۔ ایسا آپ تین دفعہ کرتے تھے۔ اس روایت میں "کُلَّ لَیْلَۃٍ" کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضور کا روزمرّہ کا معمول تھا۔ گویا آپ نے اس کی تعلیم بھی دی اور اس پر آپ کا عمل بھی تھا۔

اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی بیماری لاحق ہوتی تو آپ معوذتین پڑھ کر اپنے پر پھونکتے تھے۔ پھر جب (مرض وفات میں) آپ کا مرض بڑھ گیا (اور آپ کے لیے خود پڑھنا اور یہ عمل کرنا مشکل ہوگیا) تو میں پڑھ کر آپ کے ہاتھوں پر پھونکتی تھی اور آپ ہی کے دستِ مبارک آپ کے جسم پر پھیر دیتی تھی۔ اس امید پر کہ آپ کے دستِ مبارک سے انشاء اللہ خاص نفع ہوگا۔

یہاں یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ حضرت صدیقہ رض کی پہلی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کو سونے کے وقت کا روزمرّہ کا معمول ذکر کیا گیا ہے اور اس آخری روایت میں بیماری کی حالت میں معوذتین کے ذریعہ دم کرنے اور جسم مبارک پر ہاتھ پھیرنے کا ذکر ہے۔ اس کا خاص تعلق رات کے سونے کے وقت سے نہیں ہے۔

آخر میں گزارش ہے کہ بلاشبہ قرآن مجید کے نزول اور اس کی دعوت وتعلیم کا خاص مقصد بندگانِ خدا کی ہدایت اور ان کے عقائد وافکار اور اخلاق و اعمال کی اصلاح و تربیت ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اس کلامِ الٰہی میں ہماری جسمانی بیماریوں اور دوسری تکلیفوں، پریشانیوں کے علاج و شفاء کا سامان بھی ہے۔ لیکن یقین شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان و یقین نصیب فرما کر اس کی ہدایت اور برکات سے بہرہ یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، لکھنؤ۔ ہند

(قسط ۹)

دین اسلام اور اولین مسلمانوں کی دو متضاد تصویریں

اہل بیت کی سیرت و کردار تاریخ کے آئینہ میں

خاندان نبوت کے افراد، اہل بیت کرام، سیدنا علی مرتضیٰؓ اور ان کی اولاد امجاد اپنی اس نسبت گرامی کے بارہ میں جو ان کو سرور کائنات مفخر موجودات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے حاصل تھی بڑے غیور و خوددار واقع ہوئے تھے، وہ دوسرے مذاہب اور قوموں کے دینی پیشواؤں کے خاندانوں اور فرزندوں کی طرح جن کو ان مذاہب کے پیرو حال میں عظمت و تقدیس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور ان کے ساتھ مافوق البشر ہستیوں کا سا معاملہ کرتے ہیں، اپنی اس نسبت و نسب سے کوئی دنیاوی فائدہ نہیں اٹھاتے تھے، اور استخواں فروشی اور مفت خوری سے کوسوں دور رہتے تھے، تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں ان کی خودداری، عزت نفس اور استغنا و بے نیازی کے جو واقعات آئے ہیں اُن سے ان کی سیرت و کردار کا جو نقشہ سامنے آتا ہے، وہ دوسرے ادیان و ملل کے اس دینی طبقے (برہمنوں اور پروہتوں) سے بہت مختلف ہے، جن کو پیدائشی تقدس اور عظمت حاصل ہوتی ہے، اور جن کو اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے کسی محنت و کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی، اس سلسلہ کے چند واقعات لکھے جاتے ہیں، جن سے کسی قدر اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے،

سیدنا حسن بن علی کسی ضرورت سے بازار گئے انہوں نے ایک دکان سے کچھ مال خریدنا چاہا، دکاندار نے اس کے اصل دام بتائے پھر کسی کے اشارہ کرنے سے یا کسی قرینہ سے اس کو علم ہوگیا کہ یہ نواسۂ رسول حسن بن علیؓ ہیں، اس نے فوراً دام کم کر دیئے اور خصوصی رعایت کرنی چاہی، حضرت حسن مال چھوڑ کر واپس آگئے اور فرمایا کہ میں اپنی نسبت سے یہ فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا کہ میرے ساتھ رعایت کی جائے۔

سیدنا علی بن حسینؓ (زین العابدین) کے رفیق و خادم جویریۃ بن اسماء کہتے ہیں کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت کی بنیاد پر کبھی ایک درہم کا بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔" ما اکل علی بن الحسین بقرابتہ من رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) درھما قط[1]

یہی سیدنا علی زین العابدین جب سفر کرتے تھے تو اپنے نام و نسب کا اظہار ہونے نہیں دیتے تھے، لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں اس نسبت سے فائدہ اٹھاؤں، اور دوسروں کو فائدہ نہ پہنچاؤں[2] اور یہ بات سفر میں ممکن نہیں)

حضرات اہل بیت اور شیر خدا حضرت علیؓ کے ابناء و احفاد اس جوہر شجاعت و شہامت سے آراستہ تھے، جو خاندان نبوت کا شعار اور سیدنا علیؓ مرتضیٰ اور حضرت حسینؓ شہید کربلا کی میراث تھی، ان کا عمل عزیمت، جرأت کے ساتھ اعلان حق، حفاظت دین اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کے سلسلہ میں ہر طرح کے خطرات برداشت کرنے اور اپنے اور اپنے اہل تعلق کے مصائب میں مبتلا ہونے کی پروا نہ کرنے پر تھا، سیدنا علی زین العابدین کے صاحبزادے زید بن علی نے

[1] البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۹ ص ۱۰۶

[2] وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۲ ص ۴۳۴

والنہایۃ

۱۲۲ھ میں خلیفۂ اموی ہشام بن عبدالملک بن مروان کی حکومت میں (جو اپنے وقت کی عظیم ترین اور مستحکم ترین حکومت تھی) خروج کیا اور حکومت کی بڑی بڑی فوجوں پر فتح پائی، آخر میں شہادت سے سرخرو ہوئے، ان کو سولی دی گئی اور چار سال تک مصلوب رہے[1]۔

رجب ۱۴۵ھ میں حضرت حسن کے پرپوتے محمد بن عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن حسن بن علی بن ابی طالب معروف بہ ذوالنفس الزکیہ نے خلیفہ منصور عباسی کے خلاف مدینہ طیبہ میں خروج کیا اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے ذی الحجہ ۱۴۵ھ میں بصرہ میں منصور کے خلاف علم جہاد بلند کیا، اسلام کے دو عظیم ترین فقہی مکاتب مذہب مالکی و مذہب حنفی کے دونوں جلیل القدر اماموں، امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے ان کی بیعت وحمایت کا فتویٰ دیا، امام ابوحنیفہ نے مالی نذرانہ بھی پیش کر کے اپنی حمایت ونصرت کا اظہار فرمایا، جو بعد میں منصور کے عتاب وسرزنش کا سبب بنا[2] محمد ذوالنفس الزکیہ نے ۱۵ رمضان ۱۴۵ھ کو "احجار الزیت" کے مقام پر جو مدینہ منورہ میں واقع ہے بڑے مردانہ وسرفروشانہ طریقہ پر شہادت پائی اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے ۲۴ ذی الحجہ ۱۴۵ھ میں کوفہ میں خلعت شہادت زیب تن کیا۔

اندازہ ہوتا ہے کہ ان سادات کرام نے جن کی رگوں میں ہاشمی خون تھا، جب پورے طور پر اس کا اندازہ کر لیا کہ اب خلفاء بنی عباس کے خلاف علم جہاد بلند کرنا جن کی حکومت ایشیاء وافریقہ کے وسیع اور متمدن ممالک پر حاوی تھی، اور جن کے زیر سایہ اسلام دور دراز کے ملکوں تک پہنچ رہا تھا، اور مرکز خلافت میں بھی امن وامان قائم تھا، علم دین کی اشاعت ہو رہی تھی، اور اسلام کی تعلیمات ونظام کا بہت سا حصہ قائم تھا، انہوں نے کسی ایسی خوں ریزی وانتشار انگیزی سے احتراز کیا، جس سے بظاہر (ان کے خاندان کے پیشرو اصحاب جلادت وفتوت کی کوششوں کی طرح) کسی بڑے نتیجہ کے نکلنے کی امید نہیں تھی، ان کی یہ خاموشی اور مسلمانوں کی دینی نگرانی، باطنی واخلاقی رہنمائی کے کام میں مشغولیت وسرگرمی نہ کسی سہولت پسندی اور عافیت کوشی پر مبنی تھی، نہ اس اصول تقیہ پر عمل کرنے پر جس پر عمل وتلقین کی نسبت ان کی بلند شخصیتوں کی طرف کی گئی ہے، اور جس کے سلسلہ کے بعض اقوال وہدایات اوپر گزر چکی ہیں۔

مصنف نے اپنی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" (حصہ اول) میں اس تاریخی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے اس کا یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

"بنی امیہ (اور بنی عباس) کے اس مادی اقتدار اور اس کے قدرتی اثرات کے باوجود اس عہد تک دین کا وقار، اس کا اخلاقی اثر کسی حد تک مسلمانوں کی زندگی میں قائم تھا، یہ دینی وقار اور اخلاقی اثرات اشخاص کی بدولت تھا، جو دینی وعلمی حیثیت سے بلند مقام رکھتے تھے، اور اپنی للہیت، اخلاص، پاکیزہ نفسی اور علم وتفقہ میں مشہور ومعروف تھے، حکومت وانتظامات کے دائرہ سے باہر انہی حضرات کا اثر واقتدار تھا، اس اثر اور قلبی احترام کی وجہ سے مسلمان بہت سی خرابیوں اور گمراہیوں سے محفوظ تھے، اور مادیت کے سیلاب میں بالکل بہ جانے سے رکے ہوئے تھے،

ان شخصیتوں میں سب سے بااثر اور محبوب شخصیت حضرت علی بن الحسین (زین العابدینؒ) ________ کی تھی۔ جو عبادت وتقویٰ اور زہد وورع میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، مسلمانوں کو ان کے ساتھ جو تعلق تھا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں طواف کے لیے آیا، شدت ہجوم کی وجہ سے وہ حجر اسود تک نہیں پہنچ سکا، اور اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ مجمع کچھ کم ہو تو وہ استلام کرے، اس درمیان میں حضرت علی بن الحسین آئے، ان کا آنا تھا کہ مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا اور انہوں نے بآسانی طواف واستلام کیا، وہ جدھر سے گزرتے، لوگ احتراماً

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتب تاریخ جریر طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر۔

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی فاضلانہ ومحققانہ کتاب "امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی" ص [illegible] امام ابوحنیفہ نے امام زید بن علی کی بھی علانیہ حمایت فرمائی تھی اور ان کے خروج کو حق بجانب ثابت کیا تھا ایضاً ص ۱۵۱-۱۵۲

راستہ چھوڑ دیتے تھے، ہشام نے انجان بن کر پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ عہد اموی کے مشہور شاعر فرزدق نے برجستہ اشعار میں اس کے تجاہلِ عارفانہ کا جواب دیا، اور ان کا شایانِ شان تعارف کرایا۔[1]

اسی طرح دوسرے فضلاء اہل بیت حضرت حسن المثنیٰ، اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ المحض نیز دوسرے فضلائے تابعین حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ، حضرت سعید بن المسیبؒ، حضرت عروہ بن الزبیرؓ[2] مسلمانوں کے لیے دینی نمونہ (آئیڈیل) تھے، انہوں نے اپنی خودداری حکومت سے بے تعلقی، حق گوئی اور بے باکی، علمی انہماک اور بے غرض خدمتِ دین سے اپنی اخلاقی برتری کا نقش قائم کر دیا تھا، حکومت کے بڑھتے ہوئے، ہمہ گیر اثرات کے مقابلہ میں یہ اخلاقی اثر اگرچہ کافی نہ تھا، مگر اس میں شبہ نہیں کہ وہ بے قیمت اور بے نتیجہ نہ تھا، اس سے مسلمانوں کی زندگی میں کسی حد تک اعتدال و توازن اور دین کا احترام قائم تھا، اور کبھی کبھی دنیاوی انہماک میں بھی اصلاح حال کا جذبہ ابھرتا رہتا تھا۔[3]

اسلام اور مسلمانوں کے عہدِ اوّل کی دو متضاد تصویریں

اسلام کا اوّلین اور مثالی عہد کیسا تھا، خدا کے سب سے بڑے اور آخری پیغمبر کی تعلیم و تربیت کے عملی نتائج کیا نکلے؟ اور ان انسانوں کی سیرت و کردار کا کیا حال تھا، جنہوں نے آغوشِ نبوت اور دامنِ رسالت میں تربیت پائی تھی، قومی، نسلی اور خاندانی سلطنتوں کے بانیوں اور حصول اقتدار کے خواہشمندوں سے اس کو کچھ امتیاز، حاصل تھا یا نہیں؟ اس کا اپنے خاندان کے معاملہ میں طرزِ عمل، اور خود اس خاندان کا، اس کی مقدس و عظیم شخصیت سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں رویہ کیا تھا؟ دین کی دعوت، صداقت و حقیقت کے اعلان، اور عزیمت پر عمل کرنے کے بارے میں اہل بیت کی سیرت و کردار کیا نظر آتا ہے؟ اور پھر ان اولین مسلمانوں اور نبی کے تربیت یافتہ گروہ کے (جن میں اس کے صحبت یافتہ لوگ بھی تھے جن کو "صحابہؓ" کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے، اور اس کے گھر کے افراد بھی تھے، جن کو "اہل بیت" کے لقب سے پکارا جاتا ہے) باہمی تعلقات کی نوعیت کیا تھی؟ اس مثالی عہد میں جن لوگوں کے ہاتھوں میں زمامِ کار و اقتدار آئی، (جن کو خلفائے راشدین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) عیش و راحت اور مرفہ الحالی کے وسیع امکانات اور غیر محدود اختیارات کی موجودگی میں؟ اُن کا شخصی و خانگی زندگی میں طرزِ عمل اور اپنے وسیع حدودِ حکومت میں مخلوقِ خدا کے ساتھ معاملہ معتبر تاریخ کی روشنی میں کیا ثابت ہوتا ہے؟ جس آسمانی صحیفہ پر اس پورے دین کی اساس ہے، اس کی صحت و حفاظت کی حقیقت کیا ہے، ان سوالات کے جو جواب دیئے گئے ہیں، ان سے دو بالکل متقابل و متضاد تصویریں بنتی ہیں، جو پچھلی سطور میں پیش کی گئیں، ایک تصویر وہ ہے جو اہلِ سنت کے عقائد کی روشنی میں دنیا کے سامنے آتی ہے، دوسری وہ جو فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے عقائد و بیانات اور ان کے دین کی تشریح اور تاریخ اسلام کی تعبیر اور اس کے خاص تصور سے تیار ہوتی ہے، ان دونوں تصویروں میں کوئی مماثلت و اتفاق نہیں ہے۔

اب ہر وہ شخص جس کو اللہ نے عقل سلیم، انصاف کا مادہ اور انسانی تاریخ سے واقفیت کا موقع عطا کیا ہے، آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان میں سے کون سی تصویر ایک ایسے دین کے لیے موزوں و قابل قبول ہو سکتی ہے، جو ساری دنیا کے لیے رحمت و ہدایت بنا کر بھیجا گیا ہے، اور جو اس بات کا مدعی ہے کہ اس دین پر ہر زمانہ میں عمل ہو سکتا ہے، اور اس سے بہترین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں، اور جس کا عقیدہ و اعلان ہے کہ اس دین کے دنیا میں لانے والے پیغمبر کو اپنی کوششوں میں سب سے زیادہ کامیابی ہوئی، اور

(باقی ص۱۵ پر)

[1] یہ قصیدہ اب بھی عربی ادب میں یادگار ہے اس کا مطلع ہے۔
هٰذا الذی تعرف البطحاء وطأته ۔ والبیت یعرفه والحل والحرم
محققین کا خیال ہے کہ اس قصیدہ میں بہت سے اشعار بعد میں اضافہ ہوئے ہیں
[2] مفصل حالات و تراجم کے لیے ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ للذہبی، صفوۃ الصفوۃ لابن الجوزی اور تاریخ ابن خلکان۔
[3] تاریخ دعوت و عزیمت حصہ اول ص۳۲ و ۳۳

تحریر: الشیخ الاستاذ محمد العباسی

ترجمہ و ترتیب: مولانا محمد اسحاق حقانی
مدرس دار العلوم محمدیہ مصطفٰے آباد - لاہور

تحدیدِ نسل یا تکثیرِ نسل • فلاح و نجات کا راستہ کونسا ہے؟

سوشلسٹ اور سرمایہ دار اپنے ممالک میں تو افرادی قوت کو بڑھانے کے لیے ہر ممکن کوشش بروئے کار لا رہے ہیں۔ اولاد پیدا کرنے والے جوڑوں کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر یا جرمانے اور سزا کا خوف دلا کر۔ جب کہ اسلامی ممالک میں افزائش نسل کو ایک ہوّا بنا کر پیش کرتے ہیں حالانکہ اسلامی ممالک کی پس ماندگی افرادی قوت کو صحیح طور پر استعمال نہ کرنے میں اور اپنی خام پیداوری اشیاء کو ان ممالک کے سپرد کرنے میں ہے۔

مغربی اور سوشلسٹ ممالک ہماری مالی مشکلات کا حل مانع حمل ادویات کے زیادہ سے زیادہ استعمال میں سمجھتے ہیں، تاکہ ہم آنے والی نسل کا راستہ بند کر دیں۔ جب کہ وہ مسلمانوں کی نسل کشی کے لئے پہلے ہی اسلحہ کے انبار فروخت کر رہے ہیں۔ نیز ان کو آپس میں لڑا کر کمزور اور ان کے نوجوانوں کو ثقافت و تہذیب جدید کے نام پر اپاہج اور ناکارہ بنایا جا رہا ہے۔

افسوس کہ ہمارے اقتصادی ماہرین بھی ان کے اس گمراہ کن پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اس بات پر زور دے رہے ہیں جب کہ علمی و عملی طور پر اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ درحقیقت اس کے پیچھے خواہشاتِ نفسانی کی پیروی، یہودیت و عیسائیت کی عالمی منصوبہ بندی کا ہاتھ ہے تاکہ امتِ مسلمہ الحاد کے سامنے سر نہ اٹھا سکے۔

ذرا مغربی ممالک کا حال سنیئے (۱) حکومت جرمنی شرح پیدائش بڑھانے کے لئے تین بلین ڈالر ایک سال میں خرچ کرے گی۔ اور اس کے ساتھ بیس بلین ڈالر ماں اور بچے نامی تنظیم کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں۔ تاکہ کنواری ماؤں کے بچوں کی نگہداشت کی جائے اور نیز بچے پیدا کرنے والی عورتوں کو ایک سال تک ۲۰۰ ڈالر یعنی ۳۲۰۰ روپیہ ماہوار مالی امداد دی جائے گی۔

(۲) سوشلسٹ رومانیہ کی پارلیمنٹ نے شرح پیدائش کو بڑھانے کے لئے ایک نیا قانون منظور کیا ہے کہ حاملہ عورتوں کی خصوصی نگہداشت کے لئے ماہرین کی ٹیم تیار کی جائے تاکہ وہ حمل کو ضائع نہ کریں۔

اور ایسا کرنے والی عورتوں پہ بھاری جرمانے عائد کئے جائیں۔ اسی طرح شادی شدہ جوڑے اگر ایک سال تک بچہ پیدا نہ کریں تو وہ بھی جرمانے کے مستوجب ہوں گے۔ نیز ۲۵ سال کی عمر تک پہنچنے والے نوجوان اگر شادی نہ کریں تو پیدائش ٹیکس کے طور پر اس کی تنخواہ ۲ فیصد کم دی جائے۔

(۳) سوویت یونین کے وزیر دفاع نے اس بات پر شدید پریشانی کا اظہار کیا ہے کہ شرح پیدائش میں کمی آئندہ فوج کے لئے نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔ اس کے لئے عورتوں کو اپنی قومی ذمہ داری سمجھ کر زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کرنے چاہئیں اور اس کے علاوہ ان کو بیش قیمت انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جب کہ سوویت یونین کی آبادی پہلے بھی بہت زیادہ ہے۔

(۴) مغربی اور امریکی ماہرین زراعت نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ آئندہ ہمیں نئی تجارتی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا جب کہ چین موجودہ سال کے اندر زرعی پیداوار میں خود کفیل ہو کر اناج کی درآمد بند کر دے گا اور اس بات کے ثبوت کے لیے یہ کافی ہے کہ

چین نے اقوام متحدہ سے جن زرعی اشیاء کا معاہدہ کیا ہوا تھا اب اس کی تجدید کی ضرورت نہیں محسوس کرتا ۔ وزارت خارجہ کے ایک سابق افسر کا بیان ہے کہ چین کے آئندہ معاہدہ واشنگٹن کے ساتھ غلّہ درآمد کرنے کے معاہدہ کی عدم تجدید سے تجارت پر گہرے اثرات پڑیں گے ۔ اس قسم کی خبریں اس بات کا ثبوت ہیں کہ اصل مسئلہ آبادی کا پھیلاؤ نہیں جب کہ عالمی طاقتیں بھی آبادی کو بڑھانا قومی فرض سمجھتی ہیں ۔ اور بہت سارا روپیہ اس کے لئے خرچ کر رہی ہیں ۔

چین نے دنیا کی چوتھائی آبادی ہونے کی بناء پر ہمیں خود کفالت کی منزل طے کرنی ہے ۔ جب کہ اس کا رقبہ اور معدنی دولت اسلامی ممالک کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ۔ اسلامی ممالک کے پاس رقبہ اور معدنی ذخائر وافر مقدار میں ہیں ۔ اس لئے مغربی ممالک کے یہ دعوے کہ اقتصادی مشکلات کا باعث کثرت آبادی ہے ۔ ایک دھوکہ ہے جس میں مبتلا کر کے وہ عالم اسلام کو لوٹنا چاہتے ہیں ۔ اس لیے وہ اقتصادی تعاون کے پردے میں مانع حمل اشیاء مسلم ممالک کو وافر مقدار میں مہیا کر رہے ہیں ۔

اگر ہم مغربی ممالک کے اخبار و رسائل کو بنظر غور دیکھیں تو عجیب تضاد نظر آتا ہے ۔ جو اشیاء وہ ہمیں فائدے کے لیے دیتے ہیں ان کے طبی ماہرین کی نظر میں وہ انتہائی نقصان دہ ہیں ۔

برطانیہ کے اخبار میں عالمی ماہرین صحت کی مانع حمل گولیوں کے بارے میں تحقیق شائع ہوئی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دو سال تک ان گولیوں کا استعمال سرطان کو دعوت دینے کے لیے کافی ہے امریکن یونیورسٹی کیلیفورنیا نے مختلف امریکن عورتوں کی طبی رپورٹ شائع کی ہے جو مانعین حمل اشیاء کا استعمال کرتی ہیں ۔ اور ان میں سے اکثر پستان اور سرطان کے ساتھ دل اور بلڈ پریشر کے مرض میں مبتلا ہیں ۔

ان ممالک کے ، جو ان اشیاء کو تیار کرتے ہیں ، اس اعتراف حقیقت کے باوجود ہم مسلمان بلا سوچے سمجھے اپنی عورتوں کو اس جہنم میں گرا رہے ہیں ۔ کیا مسلمان معالجین کا فرض نہیں کہ اس خطرناک حملے سے عوام کو آگاہ کریں یا وہ صرف گونگے شیطان بن کر حق کو پس پشت ڈال دیں ۔ قاہرہ یونیورسٹی کے میڈیکل کالج قصر عینی کے استاذ ڈاکٹر شکری عرفہ بیان کرتے ہیں کہ کیلیفورنیا یونیورسٹی کے بیان کردہ حقائق کے ساتھ ساتھ ان اشیاء کے اور بھی منفی اثرات ہیں ۔ جیسے قے ، متلی ، دردِ شقیقہ ، ذہنی اضطراب جیسی کمزوری ، اور دیگر رحم کے عوارض ماہانہ ایام کی بے قاعدگی خون میں صفراء کی زیادتی جگر کا کمزور ہونا وغیرہ ۔

اس لیے انگلینڈ کے محکمہ صحت نے یہ قانون نافذ کیا ہے کہ ان اشیاء کی تیار کرنے والی فرمیں لیبل پر ان کے خاص منفی اثر کا ذکر کریں تاکہ استعمال کرنے والے اس سے آگاہ ہو سکیں ۔ اس طرح اقوام متحدہ کے محکمہ صحت و خوراک نے پابندی عائد کی ہے کہ بغیر ڈاکٹر کے مشورے کے کوئی مانع حمل اشیاء نہ استعمال کی جائیں ۔

جیسا کہ ہمارے مشرقی ممالک میں ہوتا ہے اور ہمارے ہاں اس قسم کی تیار کردہ اشیاء ٹنوں کے حساب سے درآمد کی جا رہی ہیں ۔ اور منصوبہ بندی کے اداروں میں مفت یا برائے نام قیمت پر دی جاتی ہیں ۔ اور کیا یہ واقعی حقیقت ہے کہ کثرت آبادی اقتصادی مشکلات کا باعث ہے جیسا کہ پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے بلکہ میرے خیال میں اس کے پیچھے الحاد و یہودیت کا ذہن کار فرما ہے ۔ تاکہ مسلمانوں کی تعداد کو کم کیا جائے ۔

آبادی کا پھیلاؤ باعث پریشانی نہیں اور نہ اس کے کوئی منفی اثرات ہیں ۔ مصر کے قومی منصوبہ بندی کے ماہر ڈاکٹر ابراہیم عیسوی اقتصادیات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ ضرورت کی اشیاء جن کو عام لوگ استعمال کرتے ہیں ان کی کھپت اور درآمد پر اتنا روپیہ نہیں خرچ ہوتا جس قدر اشیاء تعیش پر ہوتا ہے جو معدودے چند اُمراء اور صاحب ثروت لوگ استعمال کرتے ہیں ۔ اور ان تمام اشیاء کی قیمتیں بھی مناسب سطح پر ہیں ۔ اور یہ حقیقت اس بات کا رد کرتی ہے کہ آبادی میں اضافہ کھپت و درآمد کا سبب نہیں ہے ۔ ایک اور ماہر معیشت کہتا ہے کہ عالم اسلام کی اقتصادی مشکلات پر بحث کرنے والے اس کے حل کی صرف ایک صورت تحدید نسل ہی

بیان کرتے ہیں جب کہ مختلف ممالک کے حالات کا جائزہ لینے سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ اس کا حل نوعِ انسانی کی حفاظت اور اس کی صحیح طور پر تربیت دینے میں مضمر ہے۔ اس کو بتایا جائے کہ زمین کو کیسے قابلِ کاشت بنانا ہے تاکہ زرعی پیداوار بڑھ سکے اور غذا کی ضروریات احسن طور پر پوری ہو سکیں۔

مگر ہمارے ہاں اشیاءِ تعیّش کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے پر توجہ مبذول ہے جب کہ ترقی یافتہ ممالک صنعتی اور زرعی ترقی کی طرف کوشاں ہیں۔

اسلام تو ایک دینِ عمل ہے جس کے اپنانے والوں میں تکاہل یا کم ہمتی نہیں ہونی چاہیئے۔ ہر صاحبِ قدرت کو طاقت کے مطابق کام کرنا چاہیئے۔ اور اپنی تمام صلاحیتوں کو اسلامی معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے بروئے کار لانا واجب ہے۔

جامع ازہر کے بزنس کالج کے اسلامی معیشت کے استاذ ڈاکٹر ربیع محمود اپنی کتاب اسلامی اقتصادی نظام کے اصول کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ اسلام کام کرنے کو صرف ایک فریضہ ہی قرار نہیں دیتا بلکہ اس کے اندر کام کرنے کا داعیہ پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے قلب و شعور کی تربیت کرتا ہے۔

طبرانی میں ایک حدیث شریف ہے جس میں روزی کی تلاش کی محنت پر بخشش کی نوید ہے۔ ایک دوسری روایت کام کرنے والے کو مجاہد کا مقام عطا کرتی ہے۔ ایک مزدور آدمی کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس سے گزر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ اپنی اولاد کی کفالت میں یا بوڑھے والدین کی خدمت کے لیے محنت کرتا ہے تو یہ مجاہد ہے لیکن اگر فخر و ریاء کے لیے جاتا ہے تو شیطان کا ساتھی ہے۔

اس طرح اسلام کی نگاہ میں سعی و عمل کا بڑا مقام ہے مگر اس کا حل بے کاری یا تحدید میں نہیں بلکہ عزم و ہمت اور محنت میں ہے۔ چین نے محنت و کاوش سے اپنے مسائل میں خود کفالت کی منزل پائی ہے۔ تھائی لینڈ، سنگاپور اپنے لوگوں کو تربیت دے کر دوسرے ممالک میں بھیج رہے ہیں۔ وہاں سے بھاری سرمایہ اپنے ممالک کو منتقل کر رہے ہیں تو کیا اہلِ اسلام ہی کے لئے آنے جانے اور کمانے کے دروازے بند ہیں۔ جب کہ اسلام کی نگاہ میں استعماری قوتوں کی قائم کردہ سیاسی و ملکی حد بندیوں کی کوئی وقعت نہیں کیونکہ اس سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کمزور ہوتی ہے۔ إِنَّ هٰذِهٖ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ (انبیاء) اسلام نے رزق کی تلاش میں گھر بار کو چھوڑنے پر رغبت دلائی ہے تاکہ ذلت و نکبت کے بجائے عزت و رفعت حاصل کی جائے۔ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (جمعہ)

اسلام نے بے کاری اور تنگدستی کا سعی و عمل کے ہتھیار سے مقابلہ کیا ہے۔ زائد دولت کو زمین کی پیداواری حیثیت کو بڑھانے کے لئے خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ عالمِ اسلام کے بے آباد رقبے پر نظر دوڑائی جائے تو کئی ملین ایکڑ اراضی محنت کا تقاضہ کرتی نظر آتی ہے۔ ماہرینِ زراعت کے اندازوں کے مطابق سوڈان کی زمین ہی عالمِ اسلام کے غذا کی ضروریات پوری کر سکتی ہے۔ اگر اس کو صحیح طور پر کاشت کیا جائے۔ پیداوار کو بڑھانے کے لئے جس قدر سرمائے کی ضرورت ہے اس سے بھی عالمِ اسلام خالی ہاتھ نہیں۔

اگر سوڈان، عراق، تیونس، شام میں قابلِ کاشت زمین وافر مقدار میں ہے تو وہاں محنت کرنے والا عنصر پاکستان، بنگلہ دیش، مصر، نائجیریا وغیرہ ممالک میں موجود ہے۔ جب کہ سرمائے کی کمی افریقی اور عرب ممالک جن کے پاس تیل و گیس کی دولت ہے پوری کر سکتے ہیں۔

یہ تمام قدرتی وسائل اللہ تعالٰی کا عطیہ ہیں اس لئے عالمِ اسلام کو چاہیئے کہ اپنے سرمائے کو مغربی ممالک کے بنکوں کو فائدہ پہنچانے کے بجائے عالمِ اسلام اپنے بھائیوں کو فائدہ پہنچانے میں صرف کریں۔ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس فرمان کے مصداق ہیں۔ مَنْ زَرَعَ زَرْعًا أَوْ غَرَسَ غَرْسًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيْمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهٗ صَدَقَةٌ (بخاری)

قاہرہ کے کالج اصول الدین کے استاذ موسیٰ شاہین نے اس موضوع کو یوں بیان کیا ہے کہ کثرت آبادی کبھی کمزوری کا باعث نہیں بنتی سوائے اس کے کہ اس کو بے کار چھوڑ دیا جائے اور ان کی خداداد صلاحیتوں سے فائدہ نہ اٹھایا جائے یا پھر آبادی کی اکثریت جسمانی طور پر کمزور ہو۔

بحمد اللہ ہمارے پاس افرادی اور زمینی قوت بہت زیادہ ہے مگر ہماری اقتصادی مشکلات کا باعث منصوبہ بندی کا فقدان ہے، جس کی وجہ سے یہ بے کار پڑے ہیں۔ مثال کے طور پر مصر میں معیشت کے لیے مفید بہت سی چیزیں ہیں۔ مچھلی کے بہت سے ذخیرے بحیرہ ناصر میں موجود ہیں مگر ان سے استفادہ کرنے کی بجائے ہم یہی چیزیں درآمد کر رہے ہیں۔ اسی طرح اگر اسلامی ممالک اپنی زائد اشیاء کا باہمی تبادلہ کریں تو عالم اسلام کی معیشت میں انقلاب آسکتا ہے۔ کثرت آبادی خدا کی نعمت ہے۔ اس کے ساتھ ہی معیشت انسانی کی بہبود ہے۔ اگر اس کو تعلیماتِ اسلامی کے مطابق صحیح طور پر استعمال کیا جائے۔ تمام مسلمان ایک ہی اُمت کے افراد ہیں۔ اگرچہ مکان و زمان کا اختلاف ہے مگر دین ہی سب سے مضبوط ایک دوسرے کو جوڑنے والی رسی ہے۔ سو ہم کو مخالفِ اسلام قوتوں کے تباہ کن ہتھکنڈوں مانع حمل اشیاء وغیرہ کو استعمال کرنے کے بجائے باہمی رابطوں کو مضبوط بنانا چاہیئے۔ (ترجمہ از "الوعی الاسلامی" الکویت جمادی الثانیہ ۱۴۰۵ھ)

بقیہ :- دو متضاد تصویریں

اس کا عہد اس دین اور دعوت کی تاریخ میں ہر عہد سے زیادہ باسعادت و بابرکت تھا (اور عقل ونقل کے لحاظ سے ایسا ہی ہونا چاہیئے) اس سے بہتر اس انسانیت کے لیے کون سی تصویر قابلِ فخر و مفید ہو سکتی ہے، جس کی تاریخ زیادہ تر ہنگامۂ ونوش، بعیش کوش، ذاتی اور قومی اغراض کے لیے جنگ و جدال، حصول اقتدار کے لیے جد و جہد اور پھر اقتدار سے فائدہ اٹھانے اور اپنے وابستگان کو فائدہ پہنچانے کی تاریخ ہے، اسلام کے اس دورِ اول میں افراد ہی نہیں ایک پورا انسانی معاشرہ، تمدن، نظام حکومت اور طرز زندگی، اعلیٰ اقدار، بے لچک اصولوں، ہدایتِ عام اور فلاح انسانی کی بنیاد پر قائم ہوا، اور وہ خلیفۂ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے اس قول کی تصدیق و تصویر تھی، جو انہوں نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا" ان محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما بُعِثَ هادیا ولم یُبعث جابیاً[1]

(رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے، جابی (تحصیلدار اور محصل خراج) بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔)

اس کے برخلاف فرقۂ امامیہ کے عقائد اور بیانات کی روشنی میں اولین مسلمانوں کی جو تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے، اس کے پیش نظر ایک ذہین تعلیم یافتہ شخص یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہے کہ جب اسلامی دعوت اپنے سب سے بڑے داعی کے ہاتھوں اپنے دورِ عروج میں کوئی دیرپا اور گہرا نقش مرتب نہ کر سکی، اور جب اس دعوت پر ایمان لانے والے اپنے نبی کی آنکھ بند ہوتے ہی اسلام کے وفادار اور امین نہ رہ سکے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس صراطِ مستقیم پر اپنے متبعین کو چھوڑا تھا۔ اس میں سے گنتی کے چار آدمی اس پر قائم رہے تو ہم یہ کیسے تسلیم کر لیں کہ اس دین و دعوت کے اندر نفوسِ انسانی کے تزکیہ اور تہذیب اخلاق کی صلاحیت ہے وہ انسان کو حیوانیت کی پستی سے نکال کر انسانیت کی بلند چوٹی تک پہنچا سکتی ہے فرض کیجئے اسلام کا ایک نمائندہ مغربی ممالک کے کسی مرکزی مقام پر یا کسی غیر مسلم ص

ص - ملک میں اسلام کی صداقت پر سحر انگیز تقریر کر رہا ہے۔ ایک شخص جس نے مذہب اثنا عشری کی کتابیں پڑھی ہیں اس کو برملا ٹوک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ پہلے اپنے گھر کو دیکھیئے اور اپنی خبر لیجئے۔ آپ کے نبی کی تئیس سالہ محنتِ شاقہ کا نتیجہ صرف چار یا پانچ ہیں جو آپ کی وفات کے بعد آپ کے راستہ پہ گامزن رہے۔ آپ کس منہ سے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں؟ اور ان کے ثبات و استقامت کی کیا ضمانت ہے؟ کیا اس کا جواب ممکن ہے (باقی)

[1] کتاب الخراج امام ابو یوسف ص۷۵

حکیم عبدالرحمٰن صاحب خلیق خطیب جامع رحمانیہ بدوملہی

مسلک اہلحدیث اور تشکیل نصاب

مرکزی جمعیت اہل حدیث توجہ کرے

ایک شرف

حاملین مسلک اہل حدیث کا یہ شرف صرف انہی کے لئے خاص ہے کہ انہیں مسلمان کہلانے والے دوسرے تمام ہی مسالک و مکاتب فکر کے متبعین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام سے بلاواسطہ اور براہِ راست قریبی تعلق ہے کیونکہ وہ اپنی زندگی کی نظری اور عملی دونوں حیثیتوں سے ہی اُمت کے کسی فرد کی بجائے بخطِ مستقیم دینِ حق کی واحد بنیاد کتاب و سنّت کے گرد جمع ہیں۔ اور حق یہی ہے کہ اس شرف میں ان کا کوئی مدِّمقابل نہیں ہے کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔ کوئی ساجھی نہیں ہے اور کوئی حصہ دار نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ویرانی کا دور

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کی وجہ سے جماعت اہلحدیث کو تنظیمی اور علمی اعتبار سے جو شدید دھکا لگا تھا وہ دوسری تمام ہی جماعتوں کے مقابلہ میں زیادہ سخت اور زیادہ سنگین نوعیت کا تھا۔ کیونکہ تقسیم کے نتیجہ میں ایک تو بہت سے علمائے حق ہنگاموں کی نذر ہو کر شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو گئے، اور کچھ ایسے تھے جو بھارت سے لُٹ پٹ کر نکلے تو نئے ٹھکانوں کی تلاش کی جس جانب کو راہ ملی چل دیئے اور جہاں جگہ ملی ٹھہر گئے یعنی ؎

رَو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نے پا ہے رکاب میں

اس طرح نہ صرف جماعت کا شیرازہ ہی بکھر گیا بلکہ خود علماء کا شخصی استحکام بھی سخت متاثر ہوا۔ بہت سے بیش قیمت کتب خانے جن میں ہزاروں نایاب کتابیں جمع تھیں نذرِ آتش ہوئے۔ یا پھر بلوائیوں کے ہاتھوں کباڑخانوں میں پہنچے اور ردّی کے ترازو اُترگئے۔

مردے از غیب

مایوسی کے اس مرحلہ پر رحمتِ حق پھر آگے بڑھی اور خداوند تعالیٰ کی عزت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کے دین کا کام زیادہ عرصہ تک معطل رہے۔ چنانچہ بقول ؎

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

اُس نے اپنے دین کے کام کو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس غرض سے اپنے ایسے بندوں کو آگے بڑھایا جو اُس کے کام کو اُس کی مرضی کے مطابق انجام تک پہنچانے کی صلاحیتوں سے بہرہ وافر رکھتے تھے۔

جو لوگ تقسیم ملک کی کوکھ سے اُچھلنے والی آفات و بلیات کے شر سے محفوظ رہے تھے اور پہلے ہی سے ملک کے اُن علاقوں میں قیام پذیر تھے جو پاکستان کا حصہ تھے۔ ان میں مجاہد کبیر حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور بطل حریت حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ بخصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ان میں سے اول الذکر بزرگ کا تعلق لاہور سے تھا اور آخر الذکر گوجرانوالہ کے مکین تھے۔ یہ دونوں بزرگ اپنی ذاتی شہرت اپنی شخصی عظمت اپنی علمی وجاہت اپنی عملی جلالتِ قدر اپنی بالغ نظری اپنی فکری رفعت اپنی ایثار پیشگی اور اس پر اپنی مومنانہ فراست اور مسلک کے ساتھ اپنی گہری وابستگی اور شیفتگی کے اعتبار سے پوری جماعت میں جانے پہچانے اور ایک خاص مقام کے حامل بزرگ تھے۔

جماعتی زندگی کی اس ابتری حیات اجتماعی کے اس زیاں اور جماعت کے مستقبل پر بڑھتے ہوئے خوفناک سیالوں کے ہجوم کو دیکھ کر تڑپ اُٹھے، بے حال ہو گئے اور فرطِ غم والم

سے حضرت عباسؓ دار یامعشر الانصار اور یا معشر المہاجرین پکارتے دوڑے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کی اخلاص بھری اور درد میں ڈوبی پکاروں میں اثر بخشا اور انہیں کچھ ایسے باہمت، پُرعزم اور مخلص ساتھی بھی میسر آگئے جن میں سے کوئی ایک بھی بھرتی کا آدمی نہیں تھا، نام نہاد ساتھی نہیں تھا، طفیلی رفیق سفر نہیں تھا بلکہ وہ سب کے سب ہی بیحد پُرجوش تھے، دردمند دل کے حامل اور بے تکان کام کرنے والے بزرگ تھے۔

اللہ کے یہ سپاہی بگولہ وار اُٹھے، طوفان آثار بڑھے اور چند ہی روز میں پُورے ملک کے اندر گھوم پھر گئے۔ اللہ کی نصرت نے اُن کی دستگیری فرمائی اور وہ بہت ہی جلد "جمعیت اہلحدیث پاکستان" کے نام سے ایک طاقتور، اور ملک گیر تنظیم کو وجود بخشنے میں کامیاب ہوگئے۔ فالحمد للہ ؎

جواب آہی گیا نالوں کا آخر
اثر کر ہی گئیں میری دعائیں

جامعہ سلفیہ

پھر وہ ایک تنظیم کی تشکیل تک ہی رُک نہیں گئے اور جماعت کے منتشر افراد کو صرف جمع کر لینے پر ہی قناعت نہیں کرلی بلکہ جو پودا انہوں نے لگایا تھا اُس کو پائدار زندگی بخشنے کے لئے اس کی آبیاری کا بھی نہایت معقول بندوبست کیا تاکہ اس پودے کی جڑیں اتنی زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو جائیں کہ پھر بادِ مخالف کے ہولناک طوفان اور تیز و تند ہواؤں کے خوفناک جھکڑ بھی اسے کوئی گزند نہ پہنچا سکیں۔

انہوں نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اُسی زمانہ کے لائل پور اور آج کل کے فیصل آباد میں جامعہ سلفیہ کے نام سے ایک مسلکی تربیت گاہ کی بنیاد رکھی تاکہ جماعت کو اپنی تبلیغی مہم میں زور اور شوکت موجود رکھنے کے لئے طلب اور ضرورت کے مطابق تیار مال ہر وقت میسر رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس سعی کو بھی شرفِ قبولیت سے نوازا اور اُن کے لگائے ہوئے یہ دونوں پودے (جماعت اور جامعہ) اُن کی زندگی میں اُن کی آنکھوں کے سامنے ہی بڑھے چڑھے، پھلے اور پھولے۔

اُنھوں نے اپنی آنکھوں سے حاجت مندوں کو ان پودوں سے شادکام ہوتے دیکھا اور پھر جب وہ اس جہانِ فانی سے عالم باقی کی جانب روانہ ہوئے تو وہ مایوس اور دل شکستہ نہیں تھے بلکہ مسرور اور مطمئن تھے۔ اور ان کی رحلت کے وقت اُن کے لبوں پر وہی حسین اور ایمان افروز مسکراہٹ کھیل رہی تھی، جسے اقبال نے مردِ مومن کا خاص نشان قرار دیا ہے یعنی ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

دورِ حاضر

اللہ کا شکر ہے کہ ان کے بعد بھی ان کا اخلاص بدستور ہی مؤثر رہا ہے۔ اور پھر یہ گاڑی آج تک کبھی رُکی نہیں ہے بلکہ مشکل حالات میں بھی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہی رہی ہے۔

جماعت کی تنظیم بھی پہلے کے مقابلہ میں زیادہ مضبوط ہے۔ زیادہ وسیع ہے اور زیادہ مؤثر ہے۔ اور جامعہ سلفیہ کی رفعت بھی آسمان کو چھونے لگی ہے اور کل جس ادارہ کے لئے لفظ جامعہ (یونیورسٹی) کا استعمال زیادہ تر حُسنِ تمنا ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ آج وہ درحقیقت ہی ایک عظیم یونیورسٹی کے مماثل نگاہوں کی جنت ہے۔ اور نئے دَور میں اس کی جامعیت شہرت، مؤثریت اور افادیت میں بھی بہت اضافہ ہوا ہے۔ اس کا حلقۂ اثر بھی بڑھا ہے اور اس کی عمارات میں بھی حُسن اور پھیلاؤ پیدا ہوا ہے۔

تاہم یہ جو کچھ بھی ہوا ہے اصل کام کا ایک حصہ ہی ہے اور بہت کچھ ہوچکنے کے باوجود بھی یہ سب کچھ نہیں ہے اور اس سب کچھ کی فراہمی کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اور اگر جماعت کو زندگی کی بساط پہ آبرومندانہ زندگی بسر کرنا ہے۔ قوموں کے اندر سربلند ہوکر رہنا ہے۔ جماعتوں کے ہنگامۂ ہاؤ ہو میں اپنی انفرادیت کو مؤثر بنانا ہے تو لازم ہے کہ وہ ان کاموں

کی سرانجام دہی میں گرمجوشی دکھائے جو یہاں آبرومندی کی ضمانت ہیں۔ عزت کی زندگی کی بنیاد ہیں۔ اس کے بغیر نہ جماعت کے تشخص میں کوئی شوکت متصور ہے نہ مسلک کی عظمت کے تحفظ کی کوئی صورت ہے کہ ؎

ایسی کوئی دنیا نہیں افلاک کے نیچے
بے معرکہ ہاتھ آئے جہاں تختِ جم و کَے

کرنے والے کام

یہ بات تو درست ہے کہ جماعت کے فقہی تشخص اور مسلک کی وضاحت وصداقت کے بارے میں ہر بات کسی نہ کسی صورت میں اور کہیں نہ کہیں پہلے سے ہی موجود ہے۔ مگر اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں ہے کہ اس تشخص اور مسلک کی صحت وصداقت کے بارے میں حقائق کا تخصص وتعین یا تلاش وتجسس ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اور صورتِ حال ٹھیک وہی ہے جو جمع قرآن سے قبل خود قرآن پاک کی تھی کہ پورے کا پورا موجود ہونے کے باوجود اس کی موجودگی کسی متعین صورت میں جلد کے دو تختوں کے اندر یکجا طور پر بہ تمام و کمال نہیں پائی جاتی تھی۔ اور وہ کامل تو تھا مگر مختلف ہاتھوں میں منتشر تھا۔

اور اگرچہ قرآن پاک کو جمع کرنے کی مساعی تو روزِ اول سے ہی جاری تھیں مگر حرب وضرب کے بلافصل معرکوں اور شدید جنگی مصروفیتوں کی وجہ سے یہ کام بعض اعتبار سے ابھی معلق ہی تھا تا آنکہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب رسول ﷺ کی بھرپور معاونت اور تصدیق وتوثیق سے ایک قرآن اور ایک قراءت پر پوری امت کو جمع کر دیا۔

ٹھیک انہی بنیادوں پر مسلک اہل حدیث کے لئے بھی کام کرنے کی ضرورت ہے اور یہ امر بے حد ضروری ہے کہ جماعت کے ماہرفن بالغ نظر جید اور لائق اعتماد علماء جمع ہوں اور مسلک کے تشخص اور تعارف کو زیادہ وسیع زیادہ آسان زیادہ مؤثر زیادہ مستند اور زیادہ پائدار بنانے کے لیے ایسا معیاری لٹریچر مرتب کریں جو نصاب کی طرح متعین اور سند کے اعتبار سے حرفِ آخر کا درجہ رکھتا ہو۔ جسے ہم اپنے مسلکی مدارس میں نصاب تعلیم کا حصہ بنائیں۔ ہمارے گھروں میں وہ ہمارے بچوں اور عورتوں کا تربیتی کورس ہو۔ اور جسے ہم غیر اہلحدیث دوستوں اور سمجھدار لوگوں کے ہاتھوں میں اس اعتماد کے ساتھ پیش کر سکیں کہ ہم نے اپنے مسلک کی تبلیغ اور طلب وتشنگی کے مطابق اپنا فرض پوری طرح ادا کر دیا ہے اور اب اس کے بعد نہ طلب کو تقاضا کی حاجت ہوگی نہ تجسس کو تشنگی کی شکایت بقول غالب ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

پہلی ضرورت ـــــ تعیین مسلک

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہماری سب سے پہلی ضرورت فقہ اہل حدیث کے ایک ایسے مستند اور جامع مجموعہ کی ترتیب وتدوین ہے جس کے مطالعہ سے اس کا قاری بغیر کسی غیر معمولی مشقت کے یہ جان سکے کہ مسلک اہل حدیث کیا ہے۔ اس کی بنیاد کیا ہے اور جماعت اہل حدیث کیا چاہتی ہے۔

بلاشبہ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے ہمارے ہاں بعض بزرگوں کے قلم سے اچھی خاصی ضخیم تحریریں بھی موجود ہیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ ان میں بہت سی باتیں زوائد میں بھی شمار ہوتی ہیں۔ اور اصلاح طلب بھی ہیں۔ اور ان کو بہ تمام وکمال پورے اعتماد کے ساتھ مسلک اہل حدیث کے بطور پیش کرنا مشکل امر ہے (باقی)

علیم ناصری

مولانا محمود احمد میرپوری کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب

مولانا محمود احمد میرپوری جمعیت اہل حدیث پاکستان کی ایک اہم شخصیت ہیں۔ وہ برطانیہ میں مقیم ہیں اور وہاں مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کی تنظیم کے روحِ رواں ہیں۔ جمعیت کے ترجمان ماہنامہ "صراطِ مستقیم" (اردو) اور THE STRAIGHT PATH (صراطِ مستقیم انگریزی) کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ فضل و علم کے اعتبار سے ایم اے ہیں۔ اور قرآن و سنت، فقہ و منطق، تاریخ و سیرت اور دیگر دینی و دنیاوی علوم میں بہرۂ وافر رکھتے ہیں۔ گزشتہ دنوں وہ وطن تشریف لائے تو لاہور میں ان کی آمد پر ۱۱ اپریل (جمعرات) ۱۹۸۵ء کو فلیٹیز ہوٹل میں ان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا۔ اس استقبالیہ کا اہتمام جامعہ الفیصل الاسلامیہ کے روحِ رواں مولانا محمود احمد غضنفر صاحب اور ان کے معاونینِ خصوصی نے کیا اس تقریب کی صدارت جماعت کے سربرآوردہ کارکن محترم چوہدری عبدالعزیز صاحب (چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ) نے فرمائی۔ جب کہ ہمارے مقتدر عالم اور خطیب مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری بطور مہمانِ خصوصی سٹیج پر جلوہ آرا تھے۔ محترم غضنفر صاحب نے تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد معزز مہمان کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا جس میں ان کی بیرونِ ملک دینی خدمات کو سراہا گیا۔ اس کے بعد راقم الحروف نے بھی ارتجالاً لکھے ہوئے چند اشعار پیش کئے اور پھر محترم مولانا میرپوری نے خطاب فرمایا۔ ان کا خطاب نہایت برجستہ، برمحل اور وقیع تھا جس سے حاضرین نہ صرف محظوظ ہوئے بلکہ برطانیہ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں خاصی معلومات حاصل ہوئیں۔

مولانا موصوف کی تقریر من و عن تو نقل نہیں کی جاسکی، مگر اس کی اجمالی کیفیت قارئین کے پیشِ خدمت کرنے کی سعی کرتا ہوں ——— ان کی تقریر کا عنوان تھا "یورپ میں اسلام کا مستقبل" ——— انہوں نے بتایا کہ برطانیہ میں پندرہ بیس لاکھ کے لگ بھگ مسلمان آباد ہیں جو وہاں کاروبار اور ملازمتیں کرتے ہیں۔ ان کی اکثریت وہاں کی قانونی شہریت کی حامل ہے۔ اور ہر مکتبہ فکر کے لوگ وہاں اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اسلام پر عمل پیرا ہیں۔ شروع شروع میں تو اسلامی تبلیغ کا سلسلہ اور مساجد کی تعمیر و ترقی متحدہ طور پر جاری تھی اور لوگ بلا تفریق مسلک و عقیدہ بحیثیت مسلمان مساجد میں اکٹھی نمازیں پڑھتے تھے اور کسی قسم کے اختلاف کا چرچا نہیں تھا۔ مگر گزشتہ چند برسوں میں پاکستان سے کچھ علماء نے وہاں جاکر اپنے مسلک کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کردیا جس سے عقائد کے اختلافات کو ہوا دے کر وہاں کے مسلمانوں کے درمیان ایک خلیج حائل کردی۔ بعض ناخوشگوار واقعات بھی رونما ہوئے اور آخر مسجدیں بھی الگ الگ کردی گئیں اور یوں وہاں سنی وہابی کا نظریاتی اور عملی تصادم شروع ہوگیا۔

مولانا نے فرمایا یورپ میں غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے کی رفتار امریکہ اور دیگر ممالک سے قدرے کم ہے مگر اس کے باوجود یہ رفتار حوصلہ شکن نہیں ہے۔ کئی انگریز خاندان اور خصوصاً عورتیں کافی تعداد میں اسلام قبول کر چکی ہیں اور وہ خود اپنے ہم قوموں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا نہایت موثر ذریعہ ثابت ہو رہی ہیں انہوں نے ایک دلچسپ واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ برطانیہ کا کیٹ سٹیون (CAT STEVENS) ایک پوپ سنگر مسلمان ہوگیا اور یوسف الاسلام نام رکھا۔ ——— یاد رہے کہ پوپ سنگنگ ایک ایسا اندازِ نغمہ سرائی ہے جس میں موسیقار تھرک تھرک کر مخصوص قسم کی شگفتی بھدکتی حرکات و سکنات کے ساتھ گیت گایا کرتا ہے

کہ سامعین بھی تھرکنے اور بہکنے لگتے ہیں ——— اس کا انداز نغمہ گری ہوش ربا اور ساز و سرود غارت گر ایمان و آگہی ہوتے ہیں۔) ——— اس شخص نے اسلام قبول کر کے اپنے تمام ساز توڑ دیئے اور اسلام کا مبلغ اعظم بن گیا۔ اس کی اس قبولیت اسلام نے بے شمار نوجوانوں کو اسلام کی آغوش میں لا ڈالا ہے ——— مولانا نے فرمایا کہ یورپ میں اسلام کی ترویج میں ایک ضمنی رکاوٹ یوں بھی ہوئی ہے کہ وہاں کی حکومت اور دیگر معاشرتی ادارے اپنے نوجوانوں کو مسلمان ہونے سے بچانے کے لیے چوکنے ہو گئے ہیں اور حکومت نے مخصوص منصوبہ بندی کے تحت تعلیمی اداروں میں اس قسم کا نصاب رائج کر رکھا ہے جس سے مسلمان لڑکے اور لڑکیاں بھی اگر عیسائی نہ بن سکیں تو مسلمان بھی نہ رہیں۔ مسلمانوں کے چونکہ الگ تعلیمی ادارے نہیں ہیں اس لیے برطانوی سکولوں اور کالجوں میں ہی مسلمان بچوں کو پڑھنا پڑتا ہے۔ وہاں کے نصاب میں اسلام سے برگشتگی کی تعلیم بھی ملتی ہے اور اخلاقی بے راہروی کی بھی، لہٰذا ہمارے بچے بھی عموماً انہی اخلاقی خرابیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں جو یورپ کی بے دین فضا میں پروان چڑھ رہی ہیں۔

مولانا نے فرمایا کہ برطانیہ میں مقیم مسلمان والدین کو اس صورتحال پر سخت تشویش لاحق ہے اس لیے انہوں نے لندن میں ایک "اسلامک شریعت کونسل" قائم کی ہے جس کے وہ خود جنرل سکرٹری ہیں۔ اس کونسل میں ہر مکتب فکر کے لوگ شامل ہیں اور یہ مسلمانوں کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم ہے۔ جہاں سے نئی نسل کو گمراہی سے بچانے کی تدابیر اور ان پہ عملدرآمد کے پروگرام بنائے جا رہے ہیں ———

اس سلسلے میں خلیجی ممالک (متحدہ عرب امارات اور کویت وغیرہ) کی مدد سے ابتدائی مذہبی تعلیم کے لئے مدارس بھی کھولے جا رہے ہیں۔ اور دینی تعلیم کا حتی الامکان اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ ہم اپنے ترجمان ماہانہ جریدے صراطِ مستقیم کو اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں زرِ کثیر صرف کر کے شائع کر رہے ہیں اور اسلام کی بنیادی تعلیمات اور اخلاقِ عالیہ کی اشاعت میں پوری تندہی سے کوشاں ہیں جس کا مقصد نوجوان نسل کی تربیت اور کفر زار یورپ میں اسلام کی شمع کو روشن رکھنا ہے۔ ہمارے پروگرام میں علیحدہ تعلیمی اداروں کا قیام سرِ فہرست ہے۔ اس کے لیے اسلامی ممالک اور ان کے سربراہوں کے تعاون کی سخت ضرورت ہے۔ مولانا نے اُمید ظاہر کی کہ ہم اپنے پروگرام کی کامیابی کا یقین رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی نصرت اور برادرانِ اسلام کے تعاون کے طلبگار ہیں۔

مولانا موصوف نے برطانیہ میں ایک تکلیف دہ صورتحال کا تذکرہ بھی فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیت پر پاکستان میں جو قدغن لگائی گئی ہے اس کے نتیجے میں اس ٹولے کا سربراہ لندن میں جا کر قیام پذیر ہو گیا ہے اور قادیانیت کا مرکز پاکستان سے نکل کر برطانیہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ یہ لوگ وہاں رہ کر پاکستان اور مسلمانانِ پاکستان کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں اور بین الاقوامی سطح پر وہ یہ تاثر پھیلا رہے ہیں کہ قادیانیوں پر پاکستان میں زبردست ظلم و ستم کیا جا رہا ہے اور ان کی نسل کشی تک کی جا رہی ہے اس طرح غیر ممالک میں پاکستان کی ساکھ کو خاصا نقصان پہنچانے کی کوشش ہو رہی ہیں۔ برطانیہ میں مقیم پاکستانیوں کو اس پر سخت تشویش لاحق ہے۔ لہٰذا ہماری پاکستانی حکومت اور برطانیہ میں ہمارے سفارتخانے کو اس کا سخت نوٹس لینا چاہیئے اور بین الاقوامی سطح پر قادیانیوں کی اصلیت کو بے نقاب کرنا چاہیئے۔

مولانا کی تقریر نہایت معلومات افزا اور رجائیت آمیز تھی جس سے سامعین کو مسرّت بھی ہوئی اور ہر ایک کے دل سے ان کی کامیابی کے لیے دُعائیں نکلیں۔

قرآنی تلفظ درست کریں

مدارس عربیہ کے طلباء کے لئے حسب سابق

اسال بھی ماہ رمضان المبارک کے دوران ماہانہ قراءت کورس کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ روانی سے قرآن پاک پڑھ سکنے والے طلباء بعد از تحریری اطلاع ۲۹ شعبان تک جامعہ اصحاب صُفّہؓ سوہدرہ واقع جامع مسجد اہلحدیث مولانا عبدالمجید مرحوم والی میں پہنچ جائیں۔ بستر ہمراہ لائیں۔ قیام و طعام بذمہ جامعہ ہو گا۔ (حافظ عبدالوحید ایڈووکیٹ مہتمم جامعہ اصحاب صفہؓ سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ)

اطلاعات و اعلانات

انتقالِ پُرملال

جماعت اہل حدیث لاہور کے ممتاز تاجر اور ہر دلعزیز صاحب خیر جناب حاجی عبدالرحیم صاحب آف شاہ جمال ۱۷ اپریل ۱۹۸۵ء بروز بدھ طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نیک نیت، صاحب خیر بزرگ تھے۔ لاہور کے بیشتر جماعتی اداروں کی مقدور بھر خدمت کرتے۔ خاص کر مسجد لسوڑے والی اور وہاں کے مدرسہ تجوید القرآن کے تو والہ و شیدا تھے۔

ادارۃ الاعتصام مرحوم کے لیے رفعِ درجات کی اور ان کے تمام پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے اور قارئین سے بھی دعائے مغفرت کا ملتمس ہے (محمد سلیمان انصاری)

تقریب ختم صحیح بخاری شریف

۹ مئی ۱۹۸۵ء بروز جمعرات

بعد از نماز عصر بقیۃ السلف حضرت مولانا حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز میر محمدی درس آخری حدیث بخاری شریف اور جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب ایم اے ایل ایل بی ڈائریکٹر پنجاب لائبریریز لاہور سیرت امام بخاری پر خطاب فرمائیں گے۔ ۱۰ مئی ۱۹۸۵ء کا خطبہ جمعۃ المبارک مولانا سید حبیب الرحمٰن شاہ صاحب بخاری (راولپنڈی) ارشاد فرمائیں گے اور بعد از نماز جمعہ دارالعلوم ہذا میں منعقدہ سالانہ امتحان میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء میں خصوصی انعامات تقسیم کریں گے (ناظم اعلیٰ دارالعلوم محمدیہ اندرون پرانا اڈہ لاریاں شیخوپورہ)

دورۂ تفسیر القرآن الکریم

طلباء اور دینی ذوق رکھنے والے احباب کے لیے

دورۂ تفسیر القرآن دس شعبان المعظم سے ستائیس رمضان المبارک تک جامعہ سلفیہ دعوۃ الحق مسلم آباد کوئٹہ میں جاری رہے گا۔ شیخ القرآن والحدیث مولانا حبیب اللہ صاحب (سلفی) دورۂ تفسیر القرآن کروائیں گے۔ طرز تفسیر القرآن الکریم تفسیر الآیات بالآیات والحدیث بغیر تاویل ہوگا۔ علمی ذوق رکھنے والے حضرات دس شعبان (یکم مئی) تک درخواستیں پتہ ذیل پر ارسال فرمائیں۔ قیام و طعام کا مکمل انتظام جامعہ کی طرف سے ہوگا۔ (مہتمم جامعہ سلفیہ دعوت الحق مسلم آباد نزد شیخ ماندہ اسٹیشن کوئٹہ)

مسجد الامام البخاری اسلام آباد

تقریباً ۱½ سال قبل اسلام آباد کے ایک اہم سیکٹر جی-۸ متصل نیرو ڈیویلپمنٹ میں جو مسجد امام بخاریؒ قائم کی گئی تھی وہاں بحمداللہ نماز باجماعت اور جمعۃ المبارک کے علاوہ مقامی بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم اور قرآن پاک کی ناظرہ تعلیم کا اہتمام بھی کر دیا گیا ہے اس کی عمارت فی الحال کچے عارضی ڈھانچہ کی صورت میں ہے وسائل کی کمی کے باعث باقاعدہ تعمیر کا کام شروع نہیں کیا جا سکا۔ تعمیر کے اخراجات کا ابتدائی تخمینہ ایک لاکھ روپے ہے جو مقامی جماعت کی استطاعت میں نہیں۔ لہٰذا مخیر حضرات کی خدمت میں اپیل کی جاتی ہے کہ وہ مسجد کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر تعاون فرمائیں۔ ترسیل زر کا پتہ

۱۔ اکاؤنٹ نمبر ۹۶۱ مسلم کمرشل بنک۔ ٹی اینڈ ٹی مرکز ۴/۸-G اسلام آباد

۲۔ محمد عبدالسلام دفتر ڈی جی، ٹی اینڈ ٹی ۴/۸-G اسلام آباد

۳۔ محمد نعیم چغتائی دفتر ڈی جی۔ پی۔ او ۴/۸-G۔ اسلام آباد

کمیٹی مسجد امام بخاری۔ اسلام آباد

عبدالسلام۔ صدر۔ عبدالحمید۔ نائب صدر۔ محمد حنیف۔ جنرل سیکرٹری عطاء اللہ۔ جوائنٹ سیکرٹری۔ محمد نعیم چغتائی۔ خازن۔ ضیاء اللہ ضیاء۔ نائب خازن۔ افتخار احمد۔ رکن۔ احسان الرحمٰن۔ رکن۔ محمد رفیق بھٹی۔ رکن (جوائنٹ سیکرٹری جماعت اہلحدیث ۴-۸-G اسلام آباد)

ضرورت رشتہ

سعودی عرب میں ملازم ماہوار آمدن تقریباً ۲۰ ہزار روپے۔ نیک اور صالح مسلکاً اہلحدیث عمر تقریباً ۳۲ سال کے لیے رشتہ درکار ہے شادی دوسری ہوگی۔ کیونکہ پہلی بیوی سے اولاد نہیں ہے (م۔ د۔ معرفت ہفت روزہ الاعتصام لاہور)

جامع مسجد محمد سالم السلومی جہلم

الشیخ عبداللہ محمد سالم السلومی حفظہ اللہ (راس الخیمہ عرب امارات) نے جہلم میں بھی اپنی رہائش گاہ قائم کرلی ہے۔ یہاں انہوں نے ایک مسجد تعمیر کروائی ہے جو کریم پورہ روڈ نزد ایس پی ہاؤس جہلم واقع ہے۔ یہ مسجد انہی کے نام سے منسوب ہے جہاں گزشتہ چار پانچ سال سے پنج وقتہ نماز ادا کی جا رہی تھی مگر جمعہ نہیں ہوتا تھا۔ اب انہوں نے اس کو باقاعدہ جامع مسجد کی حیثیت دے دی ہے جس کا افتتاحی جمعہ ۱۹ اپریل ۸۵ء کو مولانا حافظ عبدالغفور صاحب مدظلہ نے پڑھایا۔ شیخ موصوف اس مسجد کے جملہ مصارف کے کفیل ہیں اور کتاب و سنت کی تبلیغ و اشاعت میں نہایت سرگرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے (وقائع نگار)

خط لکھتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں

تبلیغی لٹریچر

ڈھولکی، ڈھول، ڈھمکا، باجے گاجے کے ساتھ

بیاہ شادی کی رسم کی مذمت اور حرمت میں منظوم پنجابی قدیم مطبوعہ خوانِ یغما، جھگڑا نیکی بدی، کامن دل پسند اور مولانا نور حسین گرجاکھی [illegible] م پنجابی کلام بعنوان "کامن" اور مولانا ابراہیم خادم [illegible] ی کا قصہ "ڈھولکی" پانچوں رسائل ۳ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں۔ یہ قصے تقسیم کے لیے ۱۵ روپے بھیجکر ۱۰۰ منگوائے جا سکتے ہیں (انجمن اصلاح المسلمین ۴۲۵ - بی سیٹلائٹ ٹاؤن - گوجرانوالہ)

۲- وسیلہ :- تصنیف مولانا محمد قاسم خواجہ، عام فہم بزبان اردو- بلیو رنگین کارڈ کور کے ساتھ صفحات ۱۹۲- پانچ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں (۶/۵- بی سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ)

پاکستان اہل حدیث کانفرنس ماموں کانجن

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کی پندرھویں سالانہ تبلیغی تعلیمی پاکستان اہل حدیث کانفرنس ۳/۴/۵ مئی ۱۹۸۵ء بروز جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار صاحب المعالی الشیخ الدکتور عبداللہ عبدالمحسن الترکی چانسلر امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی ریاض سعودی عرب کی صدارت میں سابقہ شاندار روایات کے مطابق پورے تزک و احتشام سے منعقد ہو رہی ہے جس میں ملک بھر کے جید علماء کرام محدثین عظام مفسرین کبار زعمائے ملک و قوم دانشور وکلاء شعراء بھاری تعداد میں شرکت فرما رہے ہیں۔ نیز اس میں سعودی عرب۔ کویت۔ مصر، متحدہ عرب امارات کے اہل علم کے ساتھ ساتھ خصوصاً ڈاکٹر حسن محمود عبداللطیف شافعی ازہری وائس چانسلر اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔ ڈاکٹر عبداللہ عزام ازہری فلسطینی۔ ڈاکٹر عبدالتواب الازہری مصری فضیلۃ الشیخ سعد عبدالفتاح ازہری مصری۔ ڈاکٹر مصلح الدین سابق مشیر دینی و مذہبی امور صدر پاکستان۔ جسٹس چوہدری محمد افضل چیمہ سیکرٹری رابطہ عالم اسلامی جنوب ایشیاء۔ ڈاکٹر عبدالباری چیئرمین یونیورسٹی گرانٹس کمیشن وامیر جمعیت اہلحدیث بنگلہ دیش۔ مولانا مختار احمد ندوی ناظم جمعیت اہلحدیث بھارت تشریف لا رہے ہیں۔

کانفرنس کے موقع پر خطبہ جمعۃ المبارک حضرت مولانا پروفیسر حافظ محمد عبداللہ صاحب ارشاد فرمائیں گے۔

کانفرنس تین دن شب و روز جاری رہے گی۔ کھانے کا بندوبست جامعہ کی طرف سے ہوگا۔ کانفرنس کے موقع پر اس سال جامعہ سے فارغ ہونے والے علماء کو اسناد تقسیم کی جائیں گی اور ان کی دستار بندی ہوگی۔ بروز اتوار ۹ بجے دن شہید ہال میں فرزندان جامعہ اور ملک بھر کے اہل علم کا ایک خصوصی اجلاس ہوگا جس میں ریاض یونیورسٹی کے چانسلر اور بین الاقوامی شخصیتیں خطاب فرمائیں گی۔ بڑے اشتہارات شائع ہو گئے ہیں جن حضرات کو ابھی اشتہارات نہ ملے ہوں وہ واپسی ڈاک ہمیں مطلع کریں۔

منجانب۔ محمد اسلم سیف فیروزپوری ناظم نشر و اشاعت مجلس استقبالیہ پاکستان اہل حدیث کانفرنس ماموں کانجن

طلبائے جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے لئے

فراہمی گندم کی اپیل

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن پاکستان میں اہلحدیث کی عظیم الشان قدیم دینی دانش گاہ اور حضرت صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم دینی و علمی یادگار ہے۔ بفضلہ تعالیٰ اس کے فضلاء دیہات و قصبات کی مساجد، دینی مدارس، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دینی خدمات بجالانے میں مصروف ہیں۔ جامعہ میں سترہ اساتذہ، تین صد سے زائد بیرونی طلبہ کی خوراک کے لئے پندرہ سو من گندم، سال بھر میں آنے والے مہمانوں اور جامعہ کی سالانہ کانفرنس کے لئے مزید تین صد من غلہ اگر فراہم ہو سکے تو جامعہ کا سال خوش اسلوبی سے گذر سکتا ہے۔

اب ملک بھر میں گندم کی فصل کا موقعہ ہے۔ احباب ہمیشہ جامعہ سے گندم کی فراہمی کے سلسلے میں بھرپور تعاون کیا کرتے ہیں اب بھی حسب سابق اپنے عشر کا بیشتر حصہ جامعہ کے غریب الدیار طلبہ کے لئے عنایت فرمائیں۔ ہم اپنی بساط کی حد تک اکثر جماعتوں کے پاس پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ جہاں ہم نہ پہنچ سکیں وہاں کے احباب از خود اپنے عشر کا زیادہ حصہ بذریعہ چیک یا بینک ڈرافٹ طلبائے جامعہ کے لئے ارسال فرمائیں۔ اب تک جامعہ ہذا کے طلبہ کے دو بیچ مدینہ یونیورسٹی میں داخل ہو چکے ہیں۔ چانسلر مدینہ یونیورسٹی جامعہ ماموں کانجن سے بہت مطمئن اور مسرور ہو کر گئے ہیں۔ ہم بہت جلد ان کی طرف سے مژدہ جانفزا سنائیں گے۔ انشاء اللہ۔

العیان عبدالقادر ندوی، صدر — محمد اسلم سیف فیروزپوری ناظم — **جامعہ تعلیم الاسلام** جامعہ روڈ ماموں کانجن ضلع فیصل آباد

PHONE 54406 WEEKLY AL-AITISAM LAHORE RL. NO. 5523
3-5-85